اُسوۂ کامل

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اُسوۂ کامل

(فرمودہ ۲۶۔نومبر ۱۹۳۳ء برموقع جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمقام قادیان)

تشہّد ،تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ایک شکایت

اصل مضمون شروع کرنے سے قبل میں ایک تحریر کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو اسی وقت مجھے دی گئی ہے۔اس پر چند ہندو اصحاب کے دستخط ہیں اور انہوں نے شکایت کی ہے کہ آج ایک جلوس ان کی گلیوں میں سے گزرا جس کا پہلے دستور نہ تھا اور کہ اس میں شامل ہونے والے بعض طالب علموں کا رویہ ناپسندیدہ تھا۔پیشتر اس کے کہ میں یہ معلوم کروں کہ ان کے رویہ میں کیا ناپسندیدگی تھی جس کے متعلق اگر وہ مجھے بعد میں اطلاع دیں گے تو میں ہر ناپسندیدہ رویہ کے متعلق نوٹس لوں گا لیکن عام نصیحت مَیں تحقیق سے پہلے ہی کر دیتا ہوں کہ اگر کسی نے کوئی ناپسندیدہ حرکت کی تو یہ بہت ہی ناپسندیدہ بات تھی۔ یہ دن ہم نے اس بات کی تیاری کے لئے مقرر کیا ہے کہ مختلف اقوام میں صلح و آشتی کی بنیاد بن سکے اور وہ دن جسے ہم اقوام میں صلح کی بنیاد بنانا چاہتے ہیں اور جسے ہم آہستہ آہستہ اس صورت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں کہ سب مذاہب کے بزرگوں کو اچھے ناموں سے یاد کیا جائے ۔تا مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں جو کدُورت ہے وہ دور ہو اور پیار بڑھے۔اس دن کسی کا دل دکھانا جو پہلے ہی اسلامی تعلیم کی رو سے ناپسندیدہ بات ہے۔اور مسلمان کو اس بات سے جس سے دوسرے کو دُکھ ہو مجتنب رہنے کا حکم ہے' خصوصیت سے ناپسندیدہ بات ہے۔اور اس دن بالخصوص اس بات کا لحاظ کرنا چاہیئے کہ ایسی بات نہ کی جائے جس سے کسی کا دل دکھے۔

مصنوعی حد بندیوں کے نقصانات

ان کے اس شکوہ کے متعلق کہ جلوس ان کی گلیوں میں سے گزرا جس کا پہلے دستور نہ تھا میں اپنا خیال ظاہر کر دیتا ہوں اور میرا اپنا خیال یہ ہے کہ یہ تنگ دلی ہم سب قوموں کو مٹا دینی چاہیئے۔ میرے نزدیک جب تک ہندو بازار، مسلم بازار، اور ہندو محلّہ، مسلم محلّہ کی تفریق باقی ہے، ہمارے اندر محبت سے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے کی جستجو پیدا ہی نہ ہو گی۔ ان مصنوعی حد بندیوں کی وجہ سے قلوب میں ایسی گرہیں رہیں گی کہ جو ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے سے روکیں گی۔ جو چیز قلوب کو مجروح کرتی ہے وہ خواہ ہندو محلّہ میں کی جائے یا مسلم محلّہ میں وہ بہرحال بُری ہے۔ اگر ہندو اپنے محلّہ میں مسلمانوں کو گالیاں دیں یا مسلمان اپنے محلّہ میں ہندوؤں کو بُرا بھلا کہیں تو یہ تو بے شک صحیح ہے کہ چونکہ ایک دوسرے کی گالیوں کو ایک دوسرے نے سنا نہیں، اس لئے جوش نہیں پھیلے گا اور فساد نہیں ہوگا۔ لیکن فساد اصل دل کا ہوتا ہے۔ اگر اپنی اپنی جگہوں پر دروازے بند کر کے بلکہ کوٹھڑیوں میں اور اس سے بھی بڑھ کر ایک دوست دوسرے کے کان میں بلکہ اپنے ہی دل میں ایک دوسرے کو گالیاں دے، تب بھی یہ فعل ویسا ہی بُرا ہوگا کیونکہ اپنے دل میں گالی دینے والے کا دل تو خراب ہو گیا اور ایسے دل میں محبت کی بنیاد قائم نہیں ہوسکتی۔ اس لئے اگر قلوب کی درستی کو مدنظر رکھا جائے تو ایک دوسرے کو گالی دینے یا بُرا بھلا کہنے کے لئے ظاہر و باطن یا اپنے اور پرائے محلّہ کی حد بندی کوئی نہیں لیکن اگر دل شکنی نہ کی جائے اور ہندو جلوس ہمارے محلّہ سے گزر جائے تو اس میں خرابی ہی کیا ہے اور اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے یا اگر ہمارا جلوس بغیر کسی دلشکنی کے ہندو محلّہ میں سے گزر جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔

ہندوستان میں فساد کا اصل باعث

لیکن یہ میرا اپنا خیال ہے اور جب تک سب کے اندر یہ وسعت قلبی پیدا نہیں ہوتی، اس وقت تک اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو چاہیئے کہ اس محلّہ کو چھوڑ دیا جائے لیکن میری اپنی رائے یہی ہے کہ صلح و آشتی کے لئے ہمیں یہ تنگ دلی دور کر دینی چاہیئے اور جن چیزوں میں ہمارے مذاہب نے دائرے قائم نہیں کئے مثلاً ہندو محلّہ یا مسلم محلّہ کسی مذہب نے نہیں بتایا، تو ہم خواہ مخواہ نئی حد بندیاں کیوں کریں۔ ہندوستان میں تمام لڑائیاں ایسی ہی تنگدلانہ ذہنیت میں پیدا ہوتی ہیں جس کا میں ہمیشہ سے مخالف رہا ہوں۔

احمدیوں کی وسعتِ قلبی ہماری چھوٹی مسجد کے نیچے سے ہندو، مسلم، سکھ براتیں باجہ بجاتے ہوئے گزر جاتی ہیں اور نماز کے وقت بھی جبکہ میں نماز پڑھا رہا ہوتا ہوں، گزرتی ہیں لیکن میں نے انہیں کبھی نہیں روکا۔ بلکہ بعض لوگوں نے روکنا چاہا تو میں نے انہیں بھی منع کیا۔ اگر کوئی شخص باجے سے ہماری توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے تو دین کی طرف ہماری توجہ ہی کیا ہوئی۔ چاہیئے کہ ہم دین میں ایسے مگن ہوں کہ کوئی چیز ہمیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکے۔ مجھے تو کبھی اس کا احساس نہیں ہوا۔ بلکہ اگر کسی کو ہوا تو میں نے اسے بھی منع کیا اور یہی کہا کہ یہ گلی گزرنے کی ہے اور اب تک اس میں سے ہندو، سکھ، مسلمان سب کی براتیں گزرتی ہیں، یہاں کی بھی اور باہر کی بھی، اور میرا خیال ہے کہ یہی ذریعہ صلح کا ہے ناپسندیدہ باتیں خواہ ہندو محلّہ میں ہوں یا اپنے محلّہ میں ہر حال میں ناپسندیدہ ہیں۔ فساد کے خیال سے اگر دوسرے کے محلّہ میں جا کر کوئی ایسی بُری حرکت کی جائے تو یہ زیادہ بُری بات ہے۔ لیکن جو بات ہے ہی ناپسندیدہ اسے اپنے محلّہ میں بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

جماعت کو نصیحت اس لئے میں بغیر تحقیق کے ہی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی نے کوئی حرکت کی ہے تو توبہ کرے اور اگر نہیں کی تو آئندہ کے لئے مزید احتیاط کرے۔ اگر کوئی قوم پسند نہیں کرتی تو اس کی گلی میں سے نہ گزرا جائے لیکن پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ طریق صلح کا نہیں اس سے ہر جگہ اور ہر قوم میں فساد ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی ہی باتوں سے ہندو مسلمانوں میں اور پھر مدراس کے علاقہ میں عیسائیوں اور ہندوؤں کے مابین فساد ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خیال کہ ہماری مسجد یا محلّہ میں سے کوئی گزر جائے تو یہ ہتک ہے قطعاً غلط ہے۔ اگر وہ ہمارا بھائی ہے تو اس میں ہتک کی کیا بات ہے؟ لیکن جب تک دل نہیں بدلتے اور کسی کو دکھ ہوتا ہے، اس وقت تک اگر ہم چھوڑ ہی دیں تو کیا حرج ہے۔

مضمون کی وسعت اور وقت کی تنگی اس کے بعد میں اس غرض کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کے لئے یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے۔ اس میں رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تفصیلی واقعات تو کسی صورت میں بیان نہیں ہو سکتے کیونکہ وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ سردیوں کے دن ہیں۔ اوّل تو عصر و مغرب کی نمازوں کے درمیان وقفہ ہی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ اس میں سے کچھ وقت یہاں پہنچنے میں لگ جاتا ہے، کچھ تلاوت و نظم میں، پھر کھڑے ہونے اور تمہید میں کچھ صرف ہو جاتا ہے۔ اور

صرف پندرہ بیس منٹ باقی بچتے ہیں اور کون ہے جو اس قدر قلیل عرصہ میں اس بحرِ ناپیدا کنار کو تیر کر گزر سکے۔ صرف اتنا ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعض اعمال کو بیان کیا جائے تا ماننے والوں کے علم اور محبت میں زیادتی ہو اور دوسروں میں منافرت کم ہو۔

مذاہب کا اصل مقصد

آج مَیں اس امر کے متعلق کچھ بیان کروں گا کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں وہ وصلِ الٰہی کو ہی اصل مقصد قرار دیتے ہیں۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، زرتشتی، یہودی، مجوسی ہر ایک اپنے مذہب کا اصل مقصد وصالِ الٰہی ہی بتاتے ہیں لیکن وہ سب کے سب اس وصال کو مرنے کے بعد قرار دیتے ہیں۔ مثلاً سناتنیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد کامل انسان خدا تعالیٰ میں جذب ہو جاتے ہیں' آریہ کہتے ہیں کہ وہ لمبے عرصہ کے لئے خدا تعالیٰ کے قرب میں چلے جاتے ہیں' بدھوں کا بھی ایسا ہی عقیدہ ہے۔ یہودیوں میں سے بعض تو قیامت کے قائل ہی نہیں جو قائل ہیں' وہ یہی سمجھتے ہیں۔ زرتشتی' مسلمان' غرضیکہ سب کا یہی خیال ہے۔ اور سب نے اس وصال کا زمانہ بَعْدَ الْمَوْت رکھا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انسان سفر میں ہو تو بھی اپنے لئے کچھ نہ کچھ سامان ضرور کرتا ہے۔ اس لئے دنیا میں بھی جو بطور سفر ہے' وصالِ الٰہی کی کوئی تجاویز ہونی چاہئیں۔ اور اس پر سب مذاہب کا اجتماع ہے کہ جب تک انسان حقیقی قُربِ الٰہی حاصل کرے' اس وقت تک اس کی صفات کو اپنے اندر جذب کرے تو یہ بھی ایک قسم کا قرب ہے مثلاً روزہ کیا ہے؟ یہی کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرح ایک وقت کے لئے کھانے سے ہاتھ اٹھالے' پھر نماز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ بغیر کسی شریک' ساتھی اور رشتہ دار کے ہے' اسی طرح انسان بھی ایک وقت کے لئے اپنے ساتھیوں اور رشتہ داروں سے الگ ہو جائے اور اس طرح سب مذاہب میں کچھ نہ کچھ عبادات ہیں۔ اور سب مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ اصل مقصد انسانی زندگی کا قُربِ الٰہی ہے اور دنیا میں اس کی مثال اللہ تعالیٰ کی صفات کا دل میں پیدا کرنا ہے اور کامل انسان وہی ہوگا جو زیادہ سے زیادہ صفاتِ الٰہی اپنے وجود میں ظاہر کرے گا۔

صفاتِ الٰہی کا مظہرِ اتم

آج کے مضمون میں مَیں رسول کریم ﷺ کے کاموں میں سے اسی کام کو لیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ آپ نے صفاتِ الٰہی کو جس قدر اپنے اندر جذب کیا ہے' اس کی مثال اور کہیں نہیں مل سکتی اور اسی غرض سے میں نے شروع میں سورۃ فاتحہ پڑھی ہے۔

صفتِ ربوبیت اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ جس طرف دیکھو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کام کر رہی ہے۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، مشرقی، مغربی، گورے، کالے، ایشیائی، یورپین سب اس کی ربوبیت کے نیچے ہیں۔ اور وہ چھوٹے بڑے امیر، غریب سب کی ربوبیت کرتا ہے۔

صفتِ رحمانیت دوسری صفت رَحْمٰن ہے یعنی جتنی طاقتیں انسان کے اندر ہیں ان کے استعمال کے بیرونی سامان بھی مہیا فرماتا ہے۔ دنیا کی حکومتوں میں یہ بات نہیں۔ مثلاً یونیورسٹی ہے۔ وہ علم پڑھانے کا سامان تو کرتی ہے مگر یہ نہیں کہ بعد میں نوکری بھی ضرور دے۔ وہ کہتی ہے کہ ہم نے پڑھا دیا اور اب جاؤ اپنے لئے روزگار تلاش کرو۔ وہ خالی علم دیتی ہے، اس کے استعمال کے ذرائع نہیں دیتی مگر اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے یعنی وہ قوتوں کے استعمال کے ذرائع بھی ساتھ دیتا ہے۔

رحمانیت کی لطیف تشریح ہر چیز جو اس نے پیدا کی ہے، اس کے مقابل ایک ذریعہ اس کے استعمال کا بھی بنایا ہے۔ مثلاً آنکھ ہے اس کے لئے روشنی ضروری ہے تاکہ وہ دیکھ سکے اس لئے اس نے سورج پیدا کیا۔ پھر یہ ضروری ہے کہ آنکھ خوبصورت اشیاء کو دیکھے تا اس میں طراوت پیدا ہو اور اس نے خوبصورت مناظر، سبزیاں، خوبصورت انسان، چرند، پرند، درخت، بیل بوٹے وغیرہ اشیاء پیدا کر دیں۔ پھر اس نے کان دیئے ہیں مگر یہ نہیں کہا کہ آوازیں خود پیدا کرو بلکہ آواز بھی ساتھ ہی پیدا کر دی ہے۔ پھر آوازوں کے سننے میں بھی بے شمار فرق ہیں اگر سب کی آواز ایک سی ہوتی تو امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا لیکن اس قدر باریک فرق ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ گاڑی آتی ہے، گھوڑا آتا ہے لیکن کان دونوں کے شور کو پہچان لیتے ہیں۔ پھر ہر انسان کی آواز میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ تو اتنے امتیاز ہیں کہ اگر انہی کو دیکھا جائے تو کان کے لاکھوں کام نظر آتے ہیں پھر چھونے کی طاقت دی ہے مگر یہ نہیں کہا کہ اس کے لئے کام خود تلاش کرو بلکہ چھونے کے لئے چیزیں بھی پیدا کر دی ہیں۔ کوئی نرم چیز ہے، کوئی سخت، کوئی پھسلنی اور کھوئی کُھردری، پھر ان میں سے ہر ایک کی کئی اقسام ہیں۔ نرمی میں بھی ہزاروں فرق ہیں ہم ریشم پر ہاتھ رکھتے ہیں پھر ربڑ پر رکھتے ہیں اور اگرچہ دونوں نرم ہیں مگر ہماری چھونے کی طاقت دونوں میں ایک امتیاز قائم کرتی ہے اور اس طرح نرمیوں میں بھی ہزاروں امتیاز ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت نے جو طاقتیں انسان کو دی ہیں ان کے استعمال کے ذرائع

بھی ساتھ ہی پیدا کر دیئے ہیں۔ مگر دنیوی حکومتیں ایسا نہیں کرتیں۔

ایک دلچسپ مثال ان کی مثال تو ایسی ہے کہ کہتے ہیں کوئی شخص شکار کے لئے گیا اور ایک خرگوش مار کر لایا۔ جب گھر کے قریب پہنچا تو خیال کیا کہ میرا کنبہ تو بہت ہے چھوٹے چھوٹے بچے، بہن، بھائی ہیں ایک خرگوش اگر میں گھر لے گیا تو وہ آپس میں لڑیں گے اس لئے بہتر ہے کہ باہر ہی کسی کو دے جاؤں۔ پاس سے کوئی سادھو گزر رہا تھا اس نے سوچا کہ اسے ہی دے جاؤں اور اس خیال سے اسے پوچھا کہ سادھو جی خرگوش کھا لیتے ہو۔ مگر اس کے جواب دینے سے پہلے اسے خیال آیا کہ بچے بوٹیوں پر تو پکنے کے بعد لڑیں گے لیکن اگر میں باہر ہی دے گیا تو گھر پہنچتے ہی سب پوچھیں گے ہمارے لئے کیا لائے اور پھر انہیں کیا جواب دوں گا اس لئے بہتر ہے کہ گھر لے جاؤں۔ سادھو نے اس کے سوال کے جواب میں کہا کہ ہاں مل جائے تو کھا ہی لیتے ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ اچھا پھر مار مار کر کھایا کرو۔ تو دنیا کی حکومتوں کی مثال ایسی ہی ہے وہ ساری امیدیں پیدا کرنے کے بعد یہ کہہ دیتی ہیں کہ مار مار کر کھایا کرو اسی لئے تعلیم یافتہ نوجوان جن کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ:-

ایم۔اے بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی

کہتے ہیں کہ اچھا پھر پہلے تمہیں ماریں گے۔ اور وہی تعلیم یافتہ لوگ جنہیں حکومت نے پڑھا کر ان کے لئے کام کرنے کے سامان مہیا نہیں کئے تھے وہ پھر اسی کے ارکان کو مارنے لگ جاتے ہیں۔

صفت ربُّ العٰلمین اور رسول کریم ﷺ تو میں بتا رہا تھا کہ پہلی صفت جو اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی بیان کی گئی ہے، وہ اس کا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہونا ہے۔ جو بندہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ بنتا ہے، ہم سمجھیں گے کہ وہ کامل ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کے متعلق ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کیا آپؐ نے عالم کی ہر شَے پر نگاہ ڈالی۔ اور اس کے فائدہ کے لئے کام کیا؟ اگر ڈالی تو ماننا پڑے گا کہ آپ کامل انسان تھے لیکن اگر ہر شَے پر آپ کی نگاہ نہیں پڑی اور کوئی حصے ایسے رہ گئے ہیں کہ ان کے لئے آپؐ نے کوئی کام نہیں کیا تو آپ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ نہیں کہلاسکیں گے۔ اس کے لئے ہم کوئی مثال لیتے ہیں اور چونکہ نسلِ انسانی زیر بحث ہے اس لئے ہم جوان یعنی بنا بنایا آدمی لیتے ہیں۔ جسے ہر قوم تسلیم کرتی ہے اور جسے خدا تعالیٰ نے آئندہ نسلوں کا بیج بنایا ہے۔ غور کرنا چاہئے کہ اس کی پہلی خواہش کیا ہوگی۔ بائیبل سے بھی ثابت ہے عقل بھی یہی کہتی ہے کہ اسی کی جنس سے جوڑا ہی اسے تسلی دے سکتا ہے۔

دنیا کی خوبصورتی اور اس کی کوئی شَے اسے تسلی نہیں دے سکتی جب تک اس کا ہم جنس جوڑا نہ ہو۔

نوجوانوں کی ربوبیت

جوشِ جوانی میں شہوات عقل پر غالب آ جاتی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ خواہشات کے دریا میں عذاب سے لاپرواہ ہو کر کُود پڑ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا رسول کریم ﷺ نے اس حالت میں انسان کی ربوبیت کی ہے اور جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس کے جوشِ جوانی کو دیکھ کر اس کی ربوبیت کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی شخص نسب کے لئے شادی کرتا ہے، کوئی حسب کے لئے، کوئی خوبصورتی کے لئے نکاح کرتا ہے مگر میری نصیحت تمہیں یہ ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کرو جو اُخروی زندگی کی ترقی کا موجب ہو[1] کیونکہ اگر تم خوبصورتی کو دیکھ کر شادی کرو گے تو تمہاری ساری عمر کے اعمال خوبصورتی کے گرد ہی چکر لگاتے رہیں گے اور بڑے خاندان کی عورت سے شادی کرنے والے کا مطمع نظر تمام عمر یہی رہے گا کہ جس طرح بھی ہو، اپنے کو بڑا بنائے۔ جس شخص کی شادی کسی ایسے خاندان میں ہو جو معزز سمجھا جاتا ہو تو اس کی ساری کوشش یہی ہو گی کہ دھوکا سے، فریب سے جس طرح بھی ہو سکے، اپنی نسل کو کسی پرانے خاندان سے وابستہ کرے۔ مسلمانوں میں سیّد زیادہ معزز سمجھے جاتے ہیں اور ہندوؤں میں برہمن۔ اور ایسا انسان ہمیشہ جس طرح بھی ہو، اپنے کو کسی پرانے معزز خاندان کی طرف منسوب کرنے کی کوشش میں لگا رہے گا۔ خوبصورتی کا محور ہمیشہ شہوت ہو گا اور حسب ونسب کا دھوکا، فریب اور جبر۔ اپنے کو کسی معزز خاندان سے منسوب کرنے والوں کے متعلق ایک لطیفہ مشہور ہے۔ ایک شخص کسی عدالت میں ادائے شہادت کے لئے گیا اور اپنی قومیت سید بتائی۔ اس پر فریق ثانی نے اعتراض کیا عدالت نے اسی فریق کے ایک اور گواہ سے دریافت کیا کہ فلاں آدمی کی قومیت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ پکا سیّد ہے، اس کا باپ ہمارے سامنے موچی تھا لیکن اس کے سیّد ہونے کے تو ہم خود گواہ ہیں کیونکہ یہ ہمارے سامنے سیّد بنا ہے۔ تو یہ بالکل بے ہودہ بات ہے۔ محض سیّد کہلانے سے کیا بنتا ہے لیکن لاکھوں آدمی ہیں جو اپنی قومیت بدلنے میں لگے ہوئے ہیں۔ تو نسب کی وجہ سے شادی کرنے والے کی زندگی کی بنیاد فریب اور جھوٹ پر ہو گی اور خوبصورتی کی وجہ سے شادی کرنے والے کی بنیاد شہوت پر۔ مگر رسول کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ اگر آج ہی تمہاری نیت ٹھیک نہیں تو آئندہ کیا ہوگا۔ تم نکاح کی بنیاد بھی دین پر رکھو اس صورت میں تمہارے دونوں کام ہو جائیں گے اور تمہارے اعمال بھی دین کے گرد چکر لگائیں گے۔

نکاح کے بارے میں ربوبیت

انتخاب کے بعد نکاح کی شرائط طے ہوتی ہیں اور پھر ان میں جھگڑا پیدا ہوتا ہے کہ مرد پر زیادہ ذمہ داریاں عائد ہونگی یا عورت پر، مرد والے عورت والوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور عورت والے مرد والوں پر، لیکن یہاں بھی رسول کریم ﷺ آموجود ہوتے ہیں کہ یہاں بھی میری ایک بات سن لو۔ مرد وعورت کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جنس سے پیدا کیا ہے [۲] دونوں کے احساسات یکساں ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ جیسے بیوی کو اپنے ماں باپ پسند ہیں ویسے ہی میاں کو بھی اور آپؐ نے ایک ایسا گُر بیان فرما دیا جس پر عمل کر کے دونوں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ آپؐ نے حکم دیا کہ صلہ رحمی کرو [۳] اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت رحمی تعلقات کا لحاظ رکھو، قولِ سدید اختیار کرو [۴]، یعنی ایک دوسرے کے ساتھ دھوکا نہ کرو، غرضیکہ آپ نے نکاح کے متعلق تفصیلی ہدایات دیں۔ جنہیں اگر مَیں بیان کروں تو یہ تقریر خطبہ نکاح بن جائے گی۔ مختصر یہ ہے کہ اس موقع پر بھی آپؐ نے ربوبیت کی۔

بیوی کی آمد کے موقع پر ربوبیت

پھر بیوی گھر آتی ہے۔ اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب شہوانی جذبات غالب آسکتے ہیں۔ یہاں رسول کریم ﷺ پھر آموجود ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پہلے تھوڑا کام ہمارا کر لو اور دعا کرو۔ اس تعلق کے نتیجہ میں تمہاری آئندہ نسلیں ہونگی، مانا کہ تم نیک ہو مگر ہوسکتا ہے کہ تمہاری اولاد شریر ہو تو بھی دنیا میں فساد پیدا ہوگا اور تمہارا قائم کیا ہوا تقویٰ ملیا میٹ ہو جائے گا اس لئے خدا سے دعا کرو کہ تمہارے ملنے کا نتیجہ تقویٰ ہو [۵]۔ یہ ایسا وقت تھا کہ شہوت چاہتی تھی انسان شہوت کا بیج بوئے۔ مگر روحانیت چاہتی تھی کہ روحانیت کا بوئے مگر رسول کریم ﷺ آ کر بتاتے ہیں کہ بے شک تم شہوت کا بیج بوؤ مگر روحانیت کی چاشنی کے ساتھ۔

بچہ کی پیدائش کے وقت ربوبیت

پھر اولاد پیدا ہوتی ہے۔ جونہی بچہ پیدا ہوتا ہے آپ اسی وقت اس کی ربوبیت کا خیال فرماتے ہیں۔ اور اس کی تربیت کے لئے اپنی تفصیلی ہدایات دیتے ہیں کہ اور کسی قوم میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کا حکم ہے کہ معاً بچہ کے کان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ [۶] بچہ اگرچہ اس وقت بظاہر ایک بے جان چیز ہے مگر اس کے کان میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کا حکم آپؐ نے دیا اور اس میں دو فائدے ہیں۔ اول یہ کہ اس وقت کی بات کان میں پڑی ہوئی ضائع نہیں

جاتی اور دوسرے یہ کہ والدین کو توجہ دلائی کہ اگر پیدائش کے وقت ہی اس کی تربیت کا حکم ہے تو بڑے ہو کر یہ کتنی ضروری ہوگی۔

بچہ کی تربیت کا حکم

جب اسے ذرا ہوش آئے تو حکم ہے کہ اسے تعلیم دلاؤ۔ حتّٰی کہ لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق بھی تاکید فرمائی۔ حتّٰی کہ فرمایا جس شخص کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کو تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو اس کا ٹھکانہ جنت میں ہو گا[7]۔ گویا اسے اتنا ضروری قرار دیا کہ ماں باپ پر اس کا انتظام فرض کیا۔ چنانچہ فرمایا۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔[8] اس میں باطنی تعلیم بھی ہے اور ظاہری بھی اور دونوں کے لئے ماں باپ کو ذمہ وار قرار دیا اور فرمایا کہ دونوں تعلیموں سے اولاد کو آراستہ کر کے اسے جہنم سے بچاؤ۔ جہنم سے مراد بیماری اور غربت وغیرہ بھی ہے جو جہالت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور پھر اُخروی جہنم بھی مراد ہے گویا ہر قسم کی جہنم سے اولاد کو بچانے کا حکم دیا۔ بداخلاقی بھی جہنم ہے کہ بداخلاقی سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ تو یہ آیت عام ہے اور اس میں ہر قسم کی آگ سے اولاد کو بچانے کا حکم دیا ہے۔ اور مسلمان کا فرض قرار دیا کہ بچے کی بچپن کی حالت میں نگرانی کرے اور فرمایا کہ اگر اس میں خرابی پیدا ہوئی تو تم سے باز پُرس ہوگی۔

یتیموں کی ربوبیت

پھر بعض بچے یتیم رہ جاتے ہیں ان کے لئے بھی حکم دیا کہ ان کے مال کی حفاظت کی جائے[9]۔ پھر بتایا کہ ان کے احساسات کا کس طرح خیال رکھا جائے، تعلیم کا کیا انتظام ہو۔ غرض کہ ان کی پرورش کے لئے تفصیلی احکام صادر فرمائے۔ گویا ان کو بھی خالی نہیں رہنے دیا۔ باقی مذاہب میں یہ بات ہرگز نہیں۔ وہاں اگر اپنی اولاد کی تربیت کا کوئی اصول ہے تو یتامیٰ کے لئے نہیں اور اگر یتامیٰ کے لئے ہے تو اپنی اولاد کیلئے نہیں مگر رسول کریم ﷺ نے سب کو لے لیا ہے اور کسی کو اپنی ربوبیت سے باہر نہیں رہنے دیا۔

جوانوں کی راہنمائی

اس کے بعد انسان جوان ہوتا ہے اور جوانی کے متعلق آپؐ پھر تفصیلی احکام دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جذبات میں کس حد تک آزادی ہے، ماں باپ کے ساتھ کیا سلوک کریں، ماں باپ جوان اولاد کے ساتھ کیسا سلوک کریں، رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، اور کہا کہ میرے باپ نے میرے بھائی کو گھوڑا دیا ہے مگر مجھے نہیں دیا۔ آپؐ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ اگر وسعت ہے تو سب کو دو، وگرنہ ایک سے بھی واپس لے لو[10]۔ جوانی میں جب مَنْ و تُو کے احساسات ہوتے ہیں، اس وقت بھی ان کے متعلق احکام بیان

گئے۔لڑکی کے لئے کیا حد بندیاں اور لڑکے کے لئے کیا ہیں۔انہیں اپنی شادی بیاہ کے معاملہ میں کہاں تک آزادی ہے اور کہاں تک پابندی ہے۔ بھائی بہن کے کیا تعلقات ہیں۔

دنیوی اُمور میں ربوبیت

پھر دنیا میں لوگ عام طور پر جو کام کرتے ہیں' ان کے متعلق بھی تفصیلی احکام دیئے۔ آپ نے بتایا کہ تجارت میں دھوکا نہیں کرنا چاہیئے [۱۱]، لین دین عارضی اور مستقل کے علیحدہ علیحدہ احکام بیان فرمائے۔رہن اور بیع کے واسطے مفصّل ہدایات دیں۔

غرض ان تمام ضرورتوں کے لئے آپؐ نے احکام دیئے۔انسان جب بوڑھا ہوتا ہے تو بچوں کو اس کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیئے اور بتایا کہ بوڑھے ماں باپ کو اُفّ تک نہ کہو۔[۱۲]

مرنے والے کی ربوبیت

پھر موت کا وقت ہوتا ہے' اس کے لئے بھی احکام دیئے اور بتایا کہ وہ انسان کا آخری وقت ہوتا ہے۔ اس وقت اپنے تھوڑے سے فائدہ کے لئے مرنے والے کی عاقبت خراب نہ کرو۔اسے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا موقع دو۔تمہارے بچوں کا کیا حال ہوگا بیوی کیا کرے گی ایسے سوالات سے ان قیمتی لمحات کو ضائع نہ کرو بلکہ اس کے سامنے قرآن کریم کی آیات اور سورہ یٰسین پڑھو [۱۳]۔اس کے بعد اپنی تکالیف کا خود انتظام کر لینا اور ان کا ذکر کر کے اس کے آخری وقت کو خراب نہ کرو۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی کی جائداد ہو تو چاہیئے کہ وہ اس کے لئے پہلے سے وصیت کر رکھے [۱۴] تا اس وقت یہ باتیں اسے پریشان نہ کریں۔اور اس پر آپ اس قدر زور دیتے تھے کہ ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں ہر روز لکھی ہوئی وصیت سرہانے رکھ کر سوتا تھا [۱۵] اور یہ اس لئے حکم دیا ہے کہ تا مرنے والے کی آخری گھڑیاں خراب نہ ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو سکے۔ یہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا ہوتا ہے تا یہ سلسلہ اُخروی زندگی میں بھی قائم رہے۔اگر کوئی مرتے وقت ہائے میرے بچے' ہائے میری بیوی کہتا رہے گا تو اُٹھتے وقت بھی اس کا دھیان اس طرف ہوگا لیکن اگر مرتے وقت ہائے اللہ کہے گا تو اُٹھتے وقت بھی اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوگی۔اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر بچہ روٹی کیلئے روتا ہوا سو جائے تو صبح اُٹھتے وقت وہ روٹی کو ہی یاد کر رہا ہوگا۔غرضیکہ رسول کریم ﷺ نے انسان کی ان آخری گھڑیوں کو بھی فراموش نہیں کیا۔اور حکم دیا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی تحمید و تقدیس کی جائے۔

موت کے بعد ربوبیت

پھر انسان مر جاتا ہے۔ اس وقت کا بھی آپؐ نے خیال رکھا اور بتایا کہ کس طرح مُردہ کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ آپ ہر قوم کے مُردوں کا احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک میّت جا رہی تھی کہ آپؐ اس کے احترام کے طور پر اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! یہ تو یہودی تھا۔ آپؐ نے فرمایا یہودی بھی تو خدا کا بندہ ہی ہے [۱۶]۔ پھر فرمایا مُردوں کا ذکر اچھی طرح کیا کرو [۱۷]۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر مرنے والے کی بھی خبر گیری کی اور اس طرح اس کی بھی ربوبیت کر دی اور انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی موت تک سب ضروری احکام دے دیئے اور پھر اگر تمام افراد کو علیحدہ علیحدہ لیا جائے تو اس میں بھی آپؐ کی ربوبیت نظر آئے گی۔

روحانی ربوبیت

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپؐ سب کی اُخروی زندگی کے لئے سہارا ہیں۔ آپ نے ہر قوم کے افراد کو دعوت الٰہی میں شامل ہونے کیلئے بلایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہے کہ سب نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعُوث ہوئے مگر میں سب اقوام کی طرف بھیجا گیا ہوں [۱۸]۔ یہ نہیں کہ اسلام کسی سے کہے کہ تم ہندو ہو، تمہیں عرب کی تعلیم سے کیا واسطہ بلکہ آپؐ وہ نور لائے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ [۱۹] جس کا مشرق و مغرب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس رنگ میں بھی آپ نے مظہرِ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہونے کا ثبوت دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی کہ مجھے اپنی تعلیم سکھایئے مگر آپ کی تعلیم چونکہ محدود طبقہ کیلئے تھی اور وہ عورت اس حلقہ سے باہر تھی اس لئے آپ نے اسے جواب دیا کہ میں اپنے موتی سؤروں کے آگے نہیں ڈال سکتا [۲۰]۔ اور بچوں کی روٹی چھین کر کُتّوں کو نہیں دے سکتا [۲۱] اور اس طرح اُسے بتا دیا کہ میری تعلیم محدود ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم کو سب مخلوقات کے لئے عام کر دیا اور اس طرح آپؐ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے مظہرِ اتم ٹھہرے۔

عام ربوبیت

غرضیکہ جسمانی اور روحانی دونوں حالتوں میں بھی آپؐ کی ربوبیت کو عام پاؤ گے۔ یہودیوں میں سُود منع ہے مگر باہم، غیروں سے وہ لے لیتے ہیں۔ [۲۲] آپؐ نے سُود کو منع فرمایا مگر سب کے لئے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اگر کسی مسکین کو حاجت ہے تو اسے سُود پر روپیہ دینا ظلم ہے [۲۳] گویا جسمانی طریق پر بھی آپؐ نے امتیاز نہیں رکھا۔ گو افسوس ہے کہ مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے جو غیروں سے دھوکا جائز سمجھتے ہیں۔ بعض مولویوں نے فتویٰ دے رکھا ہے کہ کافر سے سُود لینا جائز ہے حالانکہ جب کوئی شخص رحم کا

محتاج ہے تو خواہ وہ کسی قوم کا ہو' اس پر رحم کرنا چاہیئے اور دھوکا و فریب اگر بُرا ہے تو سب کے ساتھ۔ یہ نہیں کہ غیروں کے ساتھ اسے جائز سمجھا جائے۔ حضرت خلیفہ اوّل سنایا کرتے تھے کہ میں نے ایک شخص کو اُٹھنّی دی کہ چار آنے کی فلاں چیز لے آؤ۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد چیز لے آیا اور اُٹھنّی بھی ساتھ ہی آپ کو واپس کر دی اور کہنے لگا آج کافر کو خوب دھوکا دیا۔ میں نے اسے چار آنے نقد اور چار آنے کی چیز لے لی اور پھر اس سے کہا کہ فلاں چیز تمہارے پاس ہے تو دکھاؤ۔ یہ کوئی ایسی چیز تھی جو عام طور پر دُکاندار اندر رکھتے ہیں وہ اندر سے لانے کے لئے گیا مگر اُٹھنّی صندوقچی کے اندر رکھنا بھول گیا اور میں نے اٹھا کر جیب میں ڈال لی۔ تو بعض مسلمان اسے جائز سمجھتے ہیں مگر یہ اسلام کی تعلیم ہرگز نہیں۔ اسلامی تعلیم تو یہی ہے کہ سب کے ساتھ عدل و انصاف کرو۔ دنیوی معاملات میں یہ امتیاز نہ ہونا چاہیئے۔

امتیاز رنگ و نسل کی ممانعت اس کے علاوہ آپؐ نے نسلی امتیاز کو مٹایا۔ عیسائیوں کے گرجوں میں امراء و غرباء کی کُرسیاں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں' ہندوؤں میں کوئی اچھوت ہے اور کوئی برہمن' یہودیوں میں کوئی بنی ہارون اور کوئی بنو لاوی مگر آپ نے فرمایا کہ نسلی امتیاز کوئی شئے نہیں۔ تم میں سے جو نیکی کرے وہ بڑا ہے [۲۴] اور جو شریر ہو' جھوٹ بولے اور بُرے اعمال کرے' وہ خواہ کسی قسم سے ہو' وہ بُرا ہے۔ مضمون تو یہ سارے مذاہب کی جزئیات پر حاوی ہے مگر اس جگہ صرف اشارات ہی کئے جا سکتے ہیں کیونکہ مغرب کا وقت ہو چکا ہے۔

الہام الٰہی پھر رحمانیت آتی ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ جو چیز اس نے پیدا کی ہے' اس کے استعمال کے سامان اور ذرائع بھی مہیا کر دیئے۔ اس کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ کیا غیر مستحق کے کام کو چلانے کے لئے بھی آپؐ نے کوئی سامان کیا ہے یا کام کرنے سے پہلے اس کے چلانے کے لئے آپؐ نے کوئی انتظام کیا ہے۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ کَسب کے بغیر جو چیز ملتی ہے' وہ الہام ہے۔ آپؐ کے زمانہ میں الہام کا دروازہ بند تھا اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ وحی کا دروازہ اب بند ہے اور الہام پہلوں پر ختم ہو چکا آئندہ نسلوں کے لئے اسے پانے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ آپؐ نے انسانوں کے احساسات کا خیال کیا اور بتایا کہ الہام کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اگر کسی انسان کے اندر کسی چیز کے پانے کی اہلیت اور فطرت ہو مگر اسے خیال ہی نہ ہو کہ یہ چیز مجھے مل سکتی ہے' تو وہ اس کے لئے کیا کوشش کرے گا۔ کسی کے گھر میں

خزانہ ہو مگر اسے کوئی علم تک نہ ہو تو اس سے اس کو کیا فائدہ ہوگا۔ پس قوتیں تو سب میں موجود ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہر دماغ میں الہام پانے کی قابلیت رکھی ہے۔ مگر یہ ملتا اُمید اور توکّل کے نتیجہ میں ہے اور آپ نے ساری دنیا کے اندر اسکی اُمید پیدا کی کہ اس کے لئے اب بھی الہام کا دروازہ کھلا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ الہام کے لئے اُمید اور توکّل ہی دروازہ ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہی اس سے سلوک کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ [۲۵] یعنی میرا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرتا ہے' میں اس سے ویسا ہی سلوک کرتا ہوں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ الہام کا دروازہ بند ہے تو میں بھی کہتا ہوں کہ اچھا بند ہی سہی۔ اور اگر وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا سے مل کر رہیں گے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اچھا' آ ؤ مل لو۔ آپ نے یہ روحانی امید دلائی اور توکّل کا دروازہ کھول دیا۔

غرباء کی امداد کا مکمل انتظام

جسمانی طور پر بھی اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ سب مذاہب نے صدقہ و خیرات کا حکم دیا ہے مگر جب تک ایک نظام کے ماتحت یہ کام نہ ہو مکمل نہیں ہوسکتا۔ ہر کوئی کہہ دے گا کہ اچھا دیدیں گے کب دیں گے' کیا دیں گے' اس کے متعلق کوئی علم نہیں مگر رسول کریم ﷺ نے اس کے متعلق ایسے قوانین دیئے ہیں کہ ہر وہ شخص جس میں طاقت اور استطاعت ہے' مجبور ہے کہ ان محتاجوں کے لئے جن کے کام کرنے کے سامان نہیں' ہر سال ایک مقررہ رقم ادا کرے جو ایک جگہ جمع ہو اور جو جملہ محتاجوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اس طرح غرباء کو اوپر اٹھایا جائے۔ اور یہ بھی رحمانیت کے ماتحت کام ہے۔ وقت نہیں ورنہ اگر اس کی تفصیلات بیان کی جائیں تو معلوم ہو کہ آپؐ نے اس سے کس طرح چوری، ڈاکہ اور فسادات وغیرہ کا دروازہ بند کر دیا۔

صفتِ رحیمیّت کا مظہرِ اتم

تیسری صفت رحیمیت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کام کا اعلیٰ سے اعلیٰ بدلہ دیا جائے۔ اچھے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے احسانات کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے جناب والا' تو وہ کوشش کرے گا کہ جواب میں اس کا بدلہ ادا کرے اس لئے کہے گا آیئے تشریف لایئے' سر آنکھوں پر آیئے۔ ایک کہتا ہے آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ دوسرا کہتا ہے میں کیا ہوں آپ کا مقابلہ مَیں کسی طرح بھی نہیں کرسکتا۔ مگر یہ تہذیب اسی حد تک ہے کہ اپنا نقصان نہ ہو جب ذاتی نقصان کا موقع ہو تو سب کچھ بھول جاتا ہے۔ دہلی والے میرزا صاحب کہلاتے ہیں اور لکھنوی

میر صاحب اور دونوں تہذیب اور وضع داری میں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ کسی موقع پر ایک لکھنوی میر صاحب اور دہلوی مرزا صاحب سٹیشن پر اکٹھے ہو گئے اب دونوں نے خیال کیا کہ اپنی تہذیب کا پوری طرح مظاہرہ کرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ دوسرا بدتہذیب سمجھے اور اس لئے گاڑی کے سامنے کھڑے ہو کر میر صاحب کہہ رہے ہیں کہ حضرت میرزا صاحب سوار ہو جیئے اور ساتھ جھکتے بھی جاتے ہیں۔ اور میر صاحب اس سے بھی زیادہ جُھک کر کہہ رہے ہیں کہ آپ تشریف رکھیئے میں ناچیز پیش قدمی کرنے کا حقدار نہیں۔ لوگ گاڑی میں سامان لادتے اور بیٹھتے جاتے ہیں۔ مگر یہ دونوں دروازے کے سامنے کھڑے اپنی تہذیب کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ لیکن جونہی گاڑی نے سیٹی بجائی ایک نے دوسرے کو وہ دھکّا دیا کہ کمبخت آگے سے نہیں ہٹتا گھسنے بھی دیگا یا نہیں۔ تو جہاں قربانی کا موقع آتا ہے سب تہذیب دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

نقصان اُٹھا کر بدلہ مگر رسول کریم ﷺ نے نقصان اُٹھا کر ایک بدلہ رحیمیّت کا دیا ہے۔ ہر نبی نے آپ کے متعلق پیشگوئی کی ہے اور کہا ہے کہ ایک ایسا شخص آئے گا اور لوگوں نے ان سے فائدہ اُٹھایا ہوگا۔ اوّل تو اسلام کی تعلیم کو دیکھ کر مسلمان ہونے والوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کی تعداد جو ایسی پیشگوئیوں کی وجہ سے ایمان لائے، بہت ہی کم ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی تعلیم اور حسنِ اخلاق سے جن لوگوں کو کھینچا، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مگر پھر بھی آپ نے اپنا نقصان کر کے اس کا بدلہ ادا کیا ہے کیونکہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ پہلے انبیاء بھی راستباز تھے تو یہ جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے کہ پھر آپ کی کیا ضرورت تھی۔ اگر آپ یہ کہہ دیتے کہ پہلے سب چور اور بٹمار تھے اور میں نبی ہوں کیونکہ دنیا کو ایک نیک راہ نما کی ضرورت تھی تو آپ کے لئے بہت آسانی رہتی۔ مگر نہیں، آپ نے اس احسان کا بدلہ دینے کے لئے فرمایا کہ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ [۲۶] ان نبیوں کے کہنے سے تو شاید اب بیس یا سَو دو سَو لوگ ہی داخلِ اسلام ہوئے ہونگے مگر آپؐ نے کروڑ ہا انسانوں سے ان کی تقدیس منوا دی اور اس طرح اس معمولی سے احسان کا اتنا شاندار بدلہ دیا اور خود نقصان اُٹھا کر دیا۔ خود ان کی قوموں نے ان پر اعتراض کئے مگر آپ نے ان کو دور کیا اور فرمایا کہ ان میں عیب ظاہر کرنے والا خود عیبی ہے۔

غرباء کو بدلہ انبیاء کی جماعتوں میں پہلے ہمیشہ غرباء ہی داخل ہوتے ہیں چنانچہ ہرقل نے بھی ابوسفیان سے یہی پوچھا تھا کہ فَاَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ

أَمْ ضُعَفَاءُهُمْ [۲۷] مگر جب جماعت قائم ہو جاتی ہے اور روپیہ وغیرہ آنے لگے تو ان کے رشتہ دار مالک بن بیٹھتے ہیں اور آپس میں بانٹ لیتے ہیں مگر آپؐ نے فرمایا کہ جو اموال آئیں' میری اولاد خواہ غریب ہی ہو اس کا ان پر کوئی حق نہ ہوگا [۲۸]۔ غرباء نے دین کی خدمت کی تھی اور یہ رسول کریم ﷺ پر کوئی احسان نہ تھا۔ ظاہر میں وہ بے شک آپ کی مدد کرتے تھے مگر اصل میں یہ ان کی اپنی جانوں کی مدد تھی مگر پھر آپ نے ان کی اس برائے نام امداد کا اس قدر لحاظ کیا کہ فرمایا کہ ہم اپنی اولاد کا حق بھی خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو ان کو دیتے ہیں۔

صفتِ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنَ چوتھی صفت اس میں مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ [۲۹] بیان کی گئی ہے اور مالک وہ ہوتا ہے جو اپنی چیز کا پہلے سے فکر کرے۔ نوکر تو کہہ دے گا دیکھا جائے گا مگر مالک تمام باتوں کا پہلے سے خیال کرے گا کہ کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو اور رسول کریم ﷺ روحانی طور پر اس طرح مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ٹھہرے کہ جتنی غلطیاں انسان سے سرزد ہو سکتی ہیں ان سے روکنے کے طریق بتائے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ ایک جج چوری کرنے والے کو سزا دے دیتا ہے مگر ان وجوہ کو ناپید کرنے کے لئے کوئی انتظام نہیں کرتا جو چوری کا باعث ہوتی ہیں۔ باقی مذاہب نے یہ تعلیم تو دی ہے کہ شرارت کرنے والے کو سزا دی جائے مگر آپ نے شرارت کا دروازہ بند کیا ہے۔ ایک طرف آپ نے استغناء پیدا کیا اور فرمایا حریص نہ ہو۔ پھر اس خیال سے کہ غریب احتیاج کے باعث کسی چوری وغیرہ پر مجبور نہ ہو جائے' زکوٰۃ اور صدقات کا انتظام فرمایا۔ بعض مذاہب نے حکم دیا ہے کہ بدکاری نہ کرو مگر آپؐ نے حکم دیا کہ بدنظری نہ کرو [۳۰] جو بدکاری کا اصل باعث ہے اور پھر ضرورت کے نہ پورا ہو سکنے کی صورت میں انسان کو بداخلاقی سے بچانے کیلئے چار تک شادیوں کی اجازت دی۔ [۳۱] گویا جج والا نہیں بلکہ مالک والا معاملہ کیا۔ کوئی مالک یہ نہیں کرتا کہ نوکر میرے جانوروں کو مارے گا تو اسے سزا دوں گا بلکہ وہ اسے پہلے سے روکتا ہے کہ جانوروں پر سختی نہ کرنا۔ آپ چونکہ صفتِ مالک کے مظہر تھے' اس لئے ہم سے زیادہ ہماری خیر خواہی کرتے تھے۔ ایک صحابی دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو جاگتے تھے۔ آپؐ نے انہیں منع کیا اور فرمایا کہ تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے' ہمسایہ کا حق ہے' اور لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ [۳۲] یعنی تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ گویا جس طرح مالک نوکر کو کہتا ہے کہ میرے گھوڑے کو تیز مت چلاؤ' اس طرح آپؐ نے بھی کہا۔

صِفاتِ الٰہی کا مکمل مظہر یہ مضمون اس قدر وسیع ہے کہ اس وقت اشارات کے سوا کچھ بیان کرنا ناممکن ہے اور یہ چاروں صفات آپ کے اندر ایسے طور پر پائی جاتی ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کامل، اکمل بلکہ مکمل انسان تھے یعنی دوسروں کو بھی کامل بنانے والے۔ پس ہر انسان جو خوبی اور حسن کو دیکھنے والا ہے، اسے ان کی قدر کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا آخر میں مَیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس غرض کے لئے ہم نے یہ دن قائم کیا ہے یعنی مختلف اقوام میں محبت واُلفت پیدا کرنا، وہ اس سے پوری طرح حاصل ہو۔ لوگوں کے اندر حسن کو دیکھنے کی عادت اور اہلیت پیدا ہو۔ حسنِ ظاہری کو تو سب دیکھتے ہیں مگر اصلی حسن کو دیکھنے والے بہت کم ہیں۔ اعلیٰ صداقت اور اعلیٰ اخلاق کو کوئی نہیں دیکھتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے مظہر یعنی انبیاء پیدا کئے تھے، لوگوں میں انہیں دیکھنے کی عادت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حالت کو دور کر دے تا لوگ اس کے نور کو دیکھ سکیں۔ اور ہندو، سکھ، عیسائی، زرتشتی سب میں محبت پیدا ہو وہ انبیاء کے حسن کو دیکھ سکیں۔ ہر قوم میں جو اچھے نمونے ہیں، ان سے سبق حاصل کر سکیں۔ بدھ، کرشن اور زرتشت غرضیکہ سب انبیاء کی زندگی میں ایسے واقعات ہیں جن سے مسلمان سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ حسن پیدا کیا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو توفیق دے کہ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ رسول کریم ﷺ تو سب کیلئے مطاع اور سب کی خوبیوں کے جامع ہیں۔ لیکن ان کے نمونے ہر قوم میں ہیں۔ پس ہر حسن کو دیکھو اور ہر نیکی پر نگاہ ڈالو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلح کا شہزادہ کہا گیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کو توفیق دے کہ وہ اس بات کو سمجھ سکیں کہ صلح کا یہی رستہ ہے۔ اور ہمیں بھی توفیق دے کہ دنیا میں صلح و آشتی پیدا کر سکیں اور ہر قسم کی ٹھوکروں سے محفوظ رکھے۔

(آمین)

(مطبوعہ دسمبر ۱۹۳۳ء قادیان)

۱؎ بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدّین

۲؎ النساء: ۲

۳؎ بخاری کتاب الادب باب فضلُ صلَۃِ الرَّحِم، النساء: ۲

۴ الاحزاب:۷۱

۵ بخاری کتاب الدعوات باب مایَقُوْلُ اِذَا اَتیٰ اَھْلَہٗ

۶ کنزالعمال جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۹ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ایڈیشن ۱۹۷۷ء

۷ ترمذی ابواب البرّوالصلۃ باب ماجاء فی النَّفَقَاتِ عَلَی الْبَناتِ وَالْاَخوَاتِ

۸ التحریم: ۷ ۹ النساء: ۳،۴

۱۰ بخاری کتاب الھبۃ باب الھبۃ لِلْوَلَد و باب الاشھاد فی الھبۃ۔ (مفہوماً)

۱۱ ابوداؤد کتاب البیوع باب فی النھٰی عَنِ الْغشّ

۱۲ بنی اسرائیل: ۲۴

۱۳ سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب القراءۃ عندالمیّت

۱۴ البقرۃ: ۱۸۱

۱۵ مسلم کتاب الوصیۃ باب وصیۃ الرجل مکتوبۃ عندہ

۱۶ بخاری کتاب الجنائز باب مَنْ قَامَ بجَنَازَۃِ یَھُوْدِیٍّ

۱۷ ابوداؤد کتاب الادب باب فی النَّھْی عَنْ سَبِّ الْمَوْتیٰ

۱۸ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبیّ ﷺ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا

۱۹ النّور: ۳۶

۲۰ متی باب ۷: آیت ۶ ۲۱ متی باب ۱۵: آیت ۲۶

۲۲ استثناء باب ۳۳: آیت ۱۹، ۲۰

۲۳

۲۴ الحجرات: ۱۴

۲۵ بخاری کتاب التوحید باب قول اللّٰہ تعالیٰ یُرِیْدُوْن اَنْ یُّبَدِّلُوْا کَلٰمَ اللّٰہِ

۲۶ فاطر: ۲۵

۲۷ بخاری کتاب بدء الوحی

۲۸ بخاری کتاب الزّکوٰۃ باب مَا یُذْکَرُ فی الصدقۃ لِلنَّبِیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَاٰلِہٖ

۲۹ الفاتحۃ: ۴ ۳۰ النّور: ۳۱،۳۲ ۳۱ النساء: ۴

۳۲ بخاری کتاب الادب باب حق الضیف میں یہ الفاظ ہیں فَاِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَیْکَ حَقًّا